تحقیق و تنقید

تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے!

ڈاکٹر سبطین لکھنوی

میاں طفیل محمد (سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان) کی مجلس احرار اسلام سے شوخیاں

ہماری دینی جماعتوں میں باہمی سر پھٹول کے جگر فگار المیے کے تین پہلو ہیں۔

اولاً یہ کہ قیام پاکستان کے بعد امت محمدیہ ﷺ کے باہمی اتحاد کو باقاعدگی نصیب نہ ہو سکی۔ ذہنی انتشار کی اس افراتفری میں جس شخص کے دماغ میں سستی شہرت حاصل کر لینے کا کیڑا کلبلایا (چاہے وہ دین کے حروف ابجد سے بھی آشنا نہ ہو اور محض اسلام کے نام پر قوم کو ایکسپلائٹ کرنے کے داؤ پیچ جانتا ہو) اس نے اپنی بوالہوسی کی تکمیل کی خاطر اپنی ایک نئی جماعت قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یوں شخصیت پرستی (HERO WORSHIP) اور جماعت پرستی (PARTY WORSHIP) کا ایک نیا ذہن ہمارے اندر ابھر آیا۔ یہی وہ ذہن ہے جس نے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سیکرٹری اور ایک منجھے ہوئے بیورو کریٹ مسٹر پرویز آنجہانی کو، آئمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد ایک مجتہد و بیسویں صدی کے پانچویں امام کے درجہ پر فائز کر دیا۔

ثانیاً یہ کہ ہمارے لادین طبقے نے ہماری دینی جماعتوں کے اندر گروپ کے ایک بے ضرر عنوان سے خود ہمارے اپنے اندر تقسیم در تقسیم کے ایک مکروہ عمل کو جاری کر دیا۔

ثالثاً یہ کہ پوری دنیا میں صرف دو ہی ریاستیں نظریاتی بنیادوں پر وجود میں آئی تھیں

۱) اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲) یہودی سلطنت اسرائیل

امریکہ بہادر اٹھارویں صدی کی ابتدا ہی میں آزاد ہو کر پوری دنیا پر چھا جانے کے اغراض و مقاصد لے کر نمودار ہوا تھا۔ ان اغراض و مقاصد کا عنوان تھا "امریکن نیو ورلڈ آرڈر" جنہیں ایک یہودی نے تیار کیا تھا۔ اس کا مونوگرام آج بھی امریکن ڈالر پر شائع ہو رہا ہے۔ تاکہ امریکی قوم اپنی سیاسی منزل کو بھولنے نہ پائے۔ صیہونیت عصر حاضر میں بھی، امریکہ بہادر کی سیاست، معیشت اور میڈیا یعنی وہاں کے ذرائع ابلاغ پر مکمل طور پر قبضہ کئے ہوئے ہے۔ مسیحی اور صیہونی طاقتیں اس بدیہی حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ دنیا بھر کے دو ارب ۸۰ کروڑ مسلمانوں کی وحدت، اکائی اور اجتماعی شیرازہ بندی کی اصل بنیاد ان کا عقیدہ ختم نبوت ہے۔ یہ سیسہ پلائی ہوئی وحدت کی بنیاد کھود کر مسلمانوں کے دل و دماغ سے جب تک عیاذاً باللہ نکال باہر نہیں کر دی جاتی اس وقت تک "اسلام" اور "امت محمدیہ ﷺ" ان دونوں کافر طاقتوں کے لئے ایک لاینحل پرابلم ہی بنی رہیں گی۔ چنانچہ ان دونوں طاقتوں

نے قادیانیت کو آگے بڑھایا۔ لیگی اکابر کے نہ چاہنے (۱) کے باوجود سر ظفر اللہ خان قادیانی آنجہانی نے صیہونی اور مسیحی طاقتوں کے خفیہ ہاتھوں کے ذریعے وزارت خارجہ کا منصب حاصل کر لیا۔ منکر ختم نبوت اور قادیانی العقیدہ ہمارے اس وزیر خارجہ نے اپنے دور وزارت میں صیہونیت اور (انگریز) مسیحیت کو کہاں تک نوازا؟

اس کا انکشاف کرتے ہوئے "روزنامہ گارجین" کے حوالے سے جماعت اسلامی کا سہ روزہ "کوثر" لاہور لکھتا ہے کہ:

"ہمارے محکمۂ خارجہ کے جائنٹ سیکرٹری خیر سے یہودی ہیں اور محکمۂ خارجہ کے ۸۰ فیصد ملازمین غیر ملکی خصوصاً انگریز ہیں۔ ایک انگریزی معاصر کی اطلاع کے مطابق یہودی جائنٹ سیکرٹری گریفتھ کوئین تقسیم سے پہلے پنجاب ہائی کورٹ کا رجسٹرار تھا۔ چونکہ یہ اپنے عہدے کے لحاظ سے ناموزوں انسان تھا۔ اس لئے اس کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد اس کی قسمت چمکی۔ اور وہ وزارت خارجہ کا جائنٹ سیکرٹری بن گیا۔ چونکہ ماتحت افسران، نوجوان، اور ناتجربہ کار تھے۔ اس لئے وزارت خارجہ کا سب سے قابل اعتماد افسر خیال کیا جانے لگا۔ جب فلسطین میں یہودی عربوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے تو اس وقت پاکستان کی وزارت خارجہ کے یہ قابل اعتماد افسر صاحب اسرائیل میں چھٹیاں منا رہے تھے۔"

(روزنامہ گارجین لندن بہ حوالہ سہ روزہ کوثر لاہور مطابق ۲۷ دسمبر ۱۹۴۹ء)

مصر کے پاکستانی سفارت خانے کے بارے میں ایک اور خوفناک انکشاف ملاحظہ ہو۔

"ہمارے پاکستان کے مصری سفارت خانے کے اسٹاف میں دو نوجوان یہودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا۔ جس سے مصری عوام اور عربی اخبارات پاکستان سے بہت ناراض ہوگئے۔ ان سے پہلے مصر میں پاکستانی سفیر کا پریس اتاشی بھی یہودی تھا۔"

(ایضاً اشاعت ایضاً)

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم خان لیاقت علی خان مرحوم کو قتل کر دینے کی اولین ناکام سازش قادیانیوں اور سوشلسٹوں ہی کی تیار کردہ تھی۔ بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنا دینے کے لئے میرزا محمود نے اپنے باوا کی نام نہاد امت کو الٹی میٹم دیا تھا کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے۔ اس مدت معینہ سے پہلے بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنالو۔

میرزا محمود کے اس الٹی میٹم کے بعد کی قادیانی جارحانہ سرگرمیوں کا تذکرہ بطلِ حریت آغا شورش کاشمیری کی زبانی سن لیجئے۔

سر ظفر اللہ خان اس قدر دلیر ہو چکے تھے کہ روز بروز عامۃ المسلمین سے بے پروا ہوتے گئے۔ سر ظفر اللہ خان نے ۱۷ مئی ۱۹۵۲ء کو جہانگیر پارک کراچی میں قادیانی امت کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرنے کا اعلان کیا۔

---

۱) امر واقعہ یہ ہے کہ آنجہانی سر ظفر اللہ قادیانی لیگی قیادت کے ایماء اور رضامندی سے ہی پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنا۔ تقسیم ہند سے پہلے ایڈوائزری کونسل اور باؤنڈری کمیشن میں بھی مسلمانوں کے سخت احتجاج کے باوجود مسلم لیگ نے اسے اہم عہدوں پر فائز کیا۔ (مدیر)

مسلمانوں نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھا۔ اور مساجد میں اس پر احتجاج کیا۔ خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان نے انٹیلی جینس بیورو کی رپورٹ پر چودھری ظفر اللہ خاں کو جلسہ میں شریک ہونے سے منع کیا۔ لیکن چودھری صاحب استعمار کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اپنے وزیر اعظم کی بات نہ مانی۔ ان سے کہا وہ (خواجہ صاحب) اس بات پر مصر ہوں، تو وہ (ظفر اللہ قادیانی) اپنے عہد سے استعفی دینے کو تیار ہے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب امریکی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم پاکستان کو یہ تاثر دیا کہ "چودھری ظفر اللہ خان کو راضی نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ حتی کہ گندم مہیا کرنا مشکل ہوجائے گا جس کی پاکستان کو اس وقت سخت ضرورت ہے۔ اس کا انکشاف خواجہ صاحب نے منیر انکوائری کمیٹی کے روبرو، شہادت دیتے ہوئے کیا۔ چودھری ظفر اللہ خان نے کراچی کے جلسہ عام میں کہا "احمدیت (قادیانیت) ایک ایسا پودا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اب وہ جڑ پکڑ گیا ہے۔ اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا۔ تو "اسلام" ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔ بلکہ ایک سوکھے ہوئے درخت کی مانند ہوجائے گا۔ اور دوسرے مذاہب پر اپنی برتری کا ثبوت مہیا نہ کرسکے گا۔ (تحقیقاتی رپورٹ اردو متن ص ۷۷)

امریکی وزیر خارجہ نے وزیر اعظم پاکستان کو تاثر دیا کہ چودھری ظفر اللہ (قادیانی) کو راضی نہ رکھا گیا تو امریکہ پاکستان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ حتی کہ گندم مہیا کرنا مشکل ہوجائے گا۔

اس مسئلہ کے رد عمل میں فساد ہوگیا..... احرار یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے۔ اور میرزائی منہ زوری کے علاوہ سینہ زوری پر تل گئے ہیں۔ تو مولانا لال حسین اختر نے کراچی میں مختلف مکاتب فکر کے علماء کی ایک میٹنگ بلائی (۲)۔ ان کے سامنے تمام واقعات رکھے۔ اور ۳ جون ۱۹۵۲ء کو ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ اس کے دعوت نامے پر، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا یوسف کلکتوی اور مولانا لال حسین اختر کے دستخط تھے۔ اس مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات مرتب کئے۔

۱۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۲۔ چودھری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے عہدہ سے سبکدوش کیا جائے۔

۳۔ تمام کلیدی عہدوں سے احمدیوں (یعنی قادیانیوں) کو ہٹایا جائے۔

اس غرض سے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن بلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ اور کنونشن منعقد کرنے کیلئے ایک بورڈ مقرر کیا گیا۔ اس کے ارکان حسب ذیل تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی۔ مفتی محمد شفیع۔ مولانا عبدالحامد بدایونی۔ مولانا یوسف کلکتوی۔ علامہ مفتی صاحب داد۔ مولانا سلطان احمد (جماعت اسلامی پاکستان کے سابق قائم مقام امیر للمؤلف سبطین) مولانا شاہ احمد نورانی۔ مولانا لال حسین اختر۔ الحاج ہاشم گزدر۔ اور مفتی جعفر حسین مجتہد۔ مولانا احتشام الحق تھانوی کنوینر چنے گئے۔ الحاج محمد ہاشم گزدر کے مکان پر بورڈ کا اجلاس ۱۳ جولائی ۱۹۵۲ء کو ہوا۔

---

(۲) مولانا لال حسین اختر نے مجلس احرار اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے داعی کی حیثیت سے میٹنگ بلائی تھی (مدیر)

مندرجہ ذیل بارہ جماعتوں کو آل پارٹیز کنونشن میں شمول کے لئے دعوت نامے جاری کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ (۳)

(۱)	جمیعتہ علماء پاکستان	(۲)	جمیعتہ العلماء اسلام
(۳)	جماعت اسلامی	(۴)	تنظیم اھل سنت والجماعت
(۵)	جمیعتہ اھل سنت	(۶)	جمیعتہ اھل حدیث
(۷)	موتمر اھل حدیث پنجاب	(۸)	ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پنجاب
(۹)	مجلس تحفظ ختم نبوت	(۱۰)	مجلس احرار اسلام
(۱۱)	جمیعتہ العربیہ	(۱۲)	جمیعتہ الفلاح

۔۔۔۔ جو علماء کراچی کانفرنس میں شریک ہوئے وہ ستائیس تھے۔

(۱) اس کانفرنس میں خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے رویہ کو، منفی (رویہ) قرار دے کر راست اقدام کا فیصلہ کیا گیا۔

(۲) قادیانی فرقے کے کامل مقاطعہ کی تجویز پاس کی گئی۔

(۳) چونکہ خواجہ ناظم الدین، سر ظفر اللہ خان کو برطرف کرنے پر راضی نہ تھے۔ اس لئے ان سے استعفی کا مطالبہ کیا گیا۔

(۴) کئی ایک مقتدر مسلمانوں اور مختلف مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کی ایک جنرل کونسل بنائی گئی۔ اس میں سے پندرہ ممبروں کو، مجلس عمل کارکن قرار دیا گیا۔ پہلے آٹھ اور پھر سات ممبر منتخب کئے گئے جو حسب ذیل تھے۔

۱۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری

۲۔ مولانا ابوالحسنات قادری

۳۔ مولانا سید ابوالاعلی مودودی

۴۔ مولانا عبدالحامد بدایونی

۵۔ حافظ کفایت حسین

---

(۳) آغا صاحب مرحوم تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی کسی میٹنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو سہو ہوا ہے۔ دو جماعتیں اور بھی تھیں (۱) حزب الاحناف (۲) انجمن سجادہ نشینان پنجاب، جبکہ مجلس تحفظ ختم نبوت اس وقت قائم ہی نہ ہوئی تھی۔ مجلس احرار اسلام ہی آل پارٹیز کنونشن کی داعی تھی۔ آقائے مرتضیٰ احمد خان میکش نے "محاسبہ منیر انکوائری رپورٹ ۱۹۵۳ء" شائع کیا تو اس میں کنونشن میں شریک ہونے والی جماعتوں کی تعداد ۹ لکھی ہے اور ۱۰ ویں نمبر پر نامزد ارکان ہیں۔ تفصیل یہ ہے۔ (۱) مجلس احرار اسلام (۲) جمعیت علماء اسلام (۳) جمعیت علماء پاکستان (۴) جمعیت اہل حدیث (۵) جماعت اسلامی (۶) تنظیم اہل سنت (۷) حزب الاحناف (۸) ادارہ تحفظ حقوق شیعہ (۹) انجمن سجادہ نشینان پنجاب (۱۰) نامزد ارکان (مدیر)

۶- پیر صاحب سرسینہ شریف (مشرقی پاکستان)

۷- مولانا محمد یوسف کلکتوی

۸- مولانا احتشام الحق تھانوی

۹- پیر غلام مجدد سرھندی

۱۰- مولانا نور الحسن بخاری

۱۱- ماسٹر تاج الدین انصاری

۱۲- مولانا اختر علی خان

۱۳- مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ

۱۴- سید مظفر علی شمسی

۱۵- حاجی محمد امین سرحدی

(کتاب تحریک ختم نبوت ص ۹۰ تا ۹۳ تصنیف آغا شورش کاشمیری علیہ الرحمۃ)

ان تمہیدی گزارشات کی ضرورت جماعت اسلامی پاکستان کے سابق امیر میاں طفیل محمد صاحب کے ایک طویل مضمون سے ہمیں محسوس ہوئی ہے۔ جو روزنامہ نوائے وقت (۲ جنوری ۱۹۹۴ء) میں شائع ہوا ہے۔ یہ بات یادر ہے کہ روزنامہ نوائے وقت لاہور تحریک ختم نبوت کے دنوں میں بھی قادیانیت کی حمایت میں پیش پیش تھا۔ میاں صاحب کے اس مضمون کا عنوان ہے "مسلم لیگ اور اس کی لیڈر شپ" اس مضمون میں موصوف نے جماعت اسلامی کی تاریخ کی چند جھلکیوں کا مسلم لیگ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کا تذکرہ بدنام زمانہ منیر رپورٹ کی پیروڈی میں جس لہجہ، مکروہ اور گھناؤنے انداز میں بیان کیا ہے۔ وہ انتہائی اشتعال انگیز ہے۔ چنانچہ جناب ارشاد عارف کے جواب میں جماعت اسلامی پاکستان کے یہ سابق امیر لکھتے ہیں کہ۔

"ارشاد عارف صاحب کا جماعت اسلامی پر یہ صریح بہتان ہے کہ ۱۹۵۳ء اور پھر ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگوانے کی ذمہ دار، وہی تھی۔ اس طرح کی بات کوئی ایسا شخص ہی کہہ سکتا ہے جو ان مارشل لاء کے نفاذ کے پس منظر سے ناواقف اور بے خبر ہو۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے بارے میں تو پوری تفصیلات قادیانی ایجی ٹیشن کی تحقیقاتی رپورٹ میں موجود ہیں۔ اور یہ رپورٹ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس محمد منیر، اور جسٹس کیانی نے مکمل تحقیقات کے بعد مرتب کی۔ اور جسٹس محمد منیر کے نظریات اور مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے ان کا شدید اختلاف بھی معلوم و معروف ہے (اس اختلاف کی وجوہات سے قوم کو بے خبر کیوں رکھا جا رہا ہے؟ قوم آپ سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ جماعت اسلامی اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ جسٹس منیر کے کیا اختلافات تھے اور ان اختلافات کی نوعیت کیا تھی؟ (للمؤلف)

یہ ایجی ٹیشن (یعنی تحریک ختم نبوت) ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی فرمائش پر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے سرکاری خزانہ کی مدد سے ان علماء کرام کے ذریعہ سے کرائی تھی جو تحریک

پاستان کے دوران "انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھ تھے اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان آ کر اپنے گناہ بخشوانے کے لئے انہوں نے اعلان کیا تھا کہ "اگر مسلم لیگ انہیں حکم دے گی تو وہ پاکستان میں سؤر چرانے اور سڑکوں پر داڑھیوں سے جھاڑو دینے کے لئے بھی تیار ہیں" (۴) یہ تحریک تو چلائی، اور چلوائی ہی اسی لئے گئی تھی کہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے اس مطالبہ کو ناکام بنایا جائے جو انہوں نے ۸ مئی ۱۹۵۲ء کو دستور کے بنیادی اصول مرتب کرنے کیلئے خواجہ ناظم الدین کی سربراہی میں مقرر کردہ کمیٹی سے کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے کام میں لیت و لعل کی روش چھوڑ کر ۱۹۵۲ء کے اختتام سے پہلے اپنی رپورٹ مجلس دستور ساز میں پیش نہ کی تو نتائج کی ساری ذمہ داری حکومت پاکستان پر ہو گی۔ لیکن مرکز اور حکومت پنجاب اور اس کے آلہ کار سارے عناصر کے سارے ہنگاموں کے علی الرغم مذکورہ کمیٹی کو اپنی رپورٹ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۳ء سے پہلے پیش کرنی پڑی۔ اسی کی سزا مولانا مودودی کو مارشل لاء عدالت سے ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو پھانسی اور خواجہ ناظم الدین کو ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو برخواستگی کی صورت میں دی گئی تھی۔۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مارشل لاء جماعت اسلامی نے لگوایا۔ یا اس کے خلاف اس کے ختم کرنے اور کرانے کیلئے لگایا اور لگوایا گیا" (روزنامہ نوائے وقت لاہور اشاعت دو جنوری ۱۹۹۳ء ص ۲)

ہم میاں طفیل محمد صاحب کی اس کذب بیانی سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ بقول ان کے دستور پاکستان کے بنیادی اصول مرتب کرنے کیلئے جماعت اسلامی نے خواجہ ناظم الدین صاحب کو ۱۹۵۲ء کے اختتام سے قبل کا الٹی میٹم دیا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کی وزارت برخواست کر دی گئی۔ پھر وہ کون سے خفیہ ہاتھ تھے جنہوں نے جماعت اسلامی کے سر پر کامیابی کا یہ عظیم الشان سہرہ باندھ دیا تھا کہ مرکزی حکومت، پنجاب سرکار، اور ان کے جملہ آلہ کار عناصر کے علی الرغم دستوری سفارشات کی کمیٹی نے ۳۱ دسمبر ۱۹۵۳ء سے قبل سفارشات پیش کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ خواجہ صاحب جو دستوری کمیٹی کے سربراہ بھی تھے اپنی کابینہ سمیت ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء

---

(۴) میاں طفیل محمد صاحب نے عادتاً کذب بیانی دجل و تلبیس اور احرار کے ساتھ اپنے روائتی بغض کا اظہار کیا ہے۔ مجلس احرار اسلام کے کسی بھی رہنما نے یہ اعلان نہیں کیا تھا۔ بانیٔ احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم ہند سے قبل جدوجہد آزادی میں ایک تقریر کے دوران کہا تھا، "میں ان سؤروں کا ریوڑ چرانے کو تیار ہوں جو برٹش امپیریلزم کی کھیتی کو ویران کر دیں۔ اور ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کو تیار ہوں جو "صاحب بہادر" کو کاٹ کھائیں۔"

میاں صاحب تو جھوٹے کا حافظہ لے کر پیدا ہوئے ہیں تقسیم سے قبل کے الفاظ تقسیم کے بعد منسوب کر دیئے اور ساتھ ہی فکر مودودی کے زیر اثر داڑھی والا جملہ اپنی طرف سے شامل کر دیا۔

۱۹۵۳ء میں امیر شریعت نے ایک جلسہ عام میں وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ "میں اپنی ٹوپی خواجہ صاحب کے قدموں میں رکھنے کو تیار ہوں۔ وہ حضور علیہ السلام کی ختم نبوت کی حفاظت کریں اور اس مسئلے کو حل کر دیں۔ (مدیر)

کو برخواست کر دیئے گئے تھے۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو مولانا مودودی کو سزائے موت سنادی گئی تھی۔ جرم یہ تھا کہ ۳۱ دسمبر ۵۳ء سے پہلے یہ دونوں دستوری سفارشات پیش کرنے اور پیش کرانے میں کامیاب کیوں ہو گئے تھے۔ آپ حیران نہ ہوں میاں طفیل محمد صاحب اور انکی جماعت اسلامی انہی تضادات اور الٹ پھیر کا دوسرا نام ہیں۔ مثلاً میاں صاحب کی جماعت اسلامی کا ہفت روزہ ترجمان۔یحییٰ خان کے دور حکومت کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

"یحییٰ خان کے دور میں اسلام آباد کا ماحول، انتہائی پراسرار، اور تعیشات سے بھرپور تھا۔ ایوان اقتدار میں رات گئے تک رقص و سرود اور شراب و کباب کی محفلیں جمی رہتی تھیں اور گاہے گاہے ایسی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ جنہیں مقابلہ حسن نام دینا زیادہ موزوں ہے۔ ان محفلوں میں بڑے بڑے سرکاری افسروں کی بیویوں اور لڑکیوں کو خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا۔ افسران کرام خوب سمجھتے تھے کہ ان محفلوں کا مقصد کیا ہے؟ لیکن وہ اپنی ملازمتوں میں ترقی اور توسیع حاصل کرنے۔ اور دوسری مراعات سے بہرہ مند ہونے کیلئے۔ ان محفلوں میں، بیویوں اور لڑکیوں سمیت بہ خوشی شریک ہوتے تھے۔یحییٰ خان کی جس پر نظر التفات پڑجاتی گویا اس کے دن پھر جاتے تھے (ہفت روزہ ایشیا لاہور اشاعت ۱۲ مارچ ۱۹۷۲ء)

لیکن شراب و کباب اور رقص و سرود کے دلدادہ۔یحییٰ خاں صاحب جب تک حکمران رہے۔ امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد صاحب اپنی جماعت سمیت پوری قوم کو یہ مژدۂ جانفزا سناتے رہے کہ۔یحییٰ خاں صاحب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کے ایک سچے عاشق ہیں اور انہیں قوی امید ہے کہ اسلامی نظام حکومت شراب و کباب کی صراحی اور جام اٹھانے والے انہی پاکباز ہاتھوں سے ہو گا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو میاں صاحب نے اپنے ایک بیان میں ارشاد فرمایا کہ۔

"مجھے قوی امید ہے کہ اسلامی نظام حکومت کا جو سلسلہ حضرت علیؓ کی شہادت سے منقطع ہوا تھا۔ اس کی بحالی کا آغاز حضرت علیؓ ہی کے عاشقوں میں سے ایک شخص کے ہاتھوں پاکستان کی سرزمین سے ہو گا میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ۔یحییٰ خاں کو عزم و ہمت اور اخلاص کے ساتھ پاکستان میں اسلامی جمہوری نظام بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس کا انہوں نے بار بار اپنی تقریر میں ذکر فرمایا ہے۔"

(قائم مقام امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل محمد صاحب کا بیان مطبوعہ ہفت روزہ ایشیا لاہور اشاعت ۱۴ دسمبر ۱۹۶۹ء) آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ

میاں طفیل محمد صاحب ایک درویش صفت انسان ہیں۔ ایک درویش دوسرے سے نیک توقعات ہی رکھ سکتا ہے۔ اس لئے میاں صاحب دھوکے میں آ گئے ہوں گے۔یحییٰ خان ایک شاطر انسان تھا میاں صاحب کو اس کھلاڑی نے جھانسہ دے دیا ہو گا۔ سوال یہ ہے کہ میاں صاحب اور انکی جماعت اسلامی آخر وقت تک۔یحییٰ خان صاحب کے ناؤ نوش اور رقص و سرود کے دور کا ساتھ کیوں دیتے رہے؟ سقوط ڈھاکہ جانگداز سانحے کے بعد جب پشاور کے جیالے سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ انتظامیہ کے سامنے صورت حال یہ تھی کہ۔یحییٰ خان کے مکان کو جلنے دیں یا پاکستان کو جلنے دیں۔ ان دو المیوں میں سے ایک المیے کو بہر صورت برداشت کرنا پڑے گا۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ بپھرے ہوئے عوام کا غصہ۔یحییٰ خان صاحب کے مکان کو نذر آتش کر دینے کی صورت حال کو قبول کر لیا جائے۔

اس کڑے وقت میں بھی جماعت اسلامی نے یحییٰ خان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ سابق آئی جی پنجاب راؤ عبدالرشید نے سب انکشاف کرتے ہیں کہ

"پولیس کو یحییٰ خان کا مکان بچانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ جماعت اسلامی نے یحیی خان کی امداد کر دی اور وہ اس طرح کہ بجائے اس کے کہ جلوس یحییٰ خان کے گھر پہونچتا جماعت اسلامی نے اس کا رخ شراب کی دکانوں کی طرف موڑ دیا۔ جماعت اسلامی والوں نے کہا "یحییٰ خان کا قصور نہیں شراب کا قصور ہے--- یہ ایک عجیب قصہ ہوا کہ جلوس بجائے اس کے کہ بنگلہ دیش کے قیام کے خلاف ہوتا۔ وہ شراب کے خلاف ہو گیا۔ اس طرح سے وہ سارا دن---- بوتلیں پیتے بھی رہے۔ بوتلیں توڑتے بھی رہے۔ یہاں تک کہ پشاور کے جو کتے تھے وہ بھی مدہوش ہو گئے۔

(کتاب "جو میں نے دیکھا" ص ۸۷ راؤ عبدالرشید سے منیر احمد کا انٹرویو مطبوعہ آتش فشاں پبلیکیشن لاہور)

ہمیں اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ ہماری انتظامیہ کے سربراہ "سچ بولنے سے پرہیز کرو--- کے نسخہ کیمیا پر عمل کرتے ہیں۔ لیکن یحییٰ خان صاحب کے دیئے ہوئے سبق "رقص و سرود کی محافل و مجالس" سرگرم رکھنے پر جماعت اسلامی آج بھی عمل پیرا ہے۔ ۱۹۹۳ء کے انتخابات کا معرکہ سر کرنے کے لئے جماعت اسلامی کے رقص و سرود اور اڑا، اڑا، دھم بھنگڑا کی منظر کشی کرتے ہوئے قاضی کاشف نیاز صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت اسلامی کے ایک

"جلوس کے آگے ایک جیسے سفید رنگ کے ۲۰ گھڑسوار کھڑے تھے۔ پٹاخے چلنے پر یہ گھوڑے بدکتے رہے۔ جس سے ایک راہ گیر زخمی ہو گیا۔ جبکہ جلوس میں شامل ایک ٹولی مسلسل چمٹے، جھنجھنے اور ڈھول بجاتی رہی۔

جلوس میں قاضی صاحب کی شان میں مشہور، فلمی گانوں کے ترانے بنا کر سنائے گئے۔ ان (گانوں) میں "بلے بلے نی ٹور، پنجابن دی - چٹا ککڑ بنیرے تے - ویر میرا گھوڑی چڑھیا- اور "قاضی تینوں اکھیاں اڈیکدیاں- جیسے (فلمی) گانے شامل تھے۔

بہ حوالہ ماہنامہ الدعوۃ لاہور شمارہ ستمبر ۱۹۹۳ء، صفحہ ۳۱ تا ۳۵

لاہور ریلوے اسٹیشن سے داتا دربار تک کی قاضی حسین احمد صاحب کی حاضری اور وہ بھی اپنے جیالوں کے جلوس کی صورت میں اس جلوس اسلامی کی چشم دید صورت حال یہ تھی۔

"قاضی حسین احمد ریلوے اسٹیشن سے ایک جلوس کی صورت میں رواں دواں ہیں۔ قاضی صاحب کی بجاور کے آگے ۲۵ گھڑسوار تھے جن کے ہاتھوں میں اسلامک فرنٹ کے جھنڈے تھے۔ جبکہ جلوس کے آگے چار ڈھول والے ڈھول بجا رہے تھے۔ پھولوں کی پتیاں نچھاور ہو رہی تھیں۔ وزیر اعظم قاضی۔ وزیر اعظم قاضی۔ کے نعرے لگ رہے تھے۔ ایک گاڑی پر آتش بازی کا سامان رکھا تھا۔ اتفاق سے اسے آگ لگ گئی۔ مگر بجھالی گئی۔ جو پنجابی شعر پڑھے گئے۔ وہ کچھ اس طرح سے تھے

آجا قاضی چن بن کے
اج چاہت تیری اے
آ کے بچا قاضی
ایتھے ظلم دا ڈیرا اے
ربا سن لے غریباں دی
قاضی سانوں مل جاوے نہیں لوڑ طبیباں دی

(ماہنامہ الدعوۃ لاہور شمارہ ایضاً ص ۵۵)

لیکن ہمیں ان چیزوں سے کیا مطلب؟ جماعت اسلامی کے جلوسوں میں گھنگھرو بجیں یا انکے گھروں میں چھنا کے چھنکیں۔ راوی کے راگ، چناب کے ماہیے اور جہلم کے دوہے ان کی محفلوں میں طبلے کی تھاپ پر گائے جائیں۔ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ الیکشن کا اڑا، اڑا، دھم بھنگڑا جب اپنے اختتام پر پہنچا تو اس رقصی رات کے بطن سے جماعت اسلامی یوں بر آمد ہوئی کہ سلنے دے لاٹ ور گی

ہمیں تو اعتراض اس بات پر ہے کہ میاں طفیل محمد صاحب نے مجلس احرار اسلام کو انڈین نیشنل کانگرس کی رفیق کار اور پاکستان میں اپنے گناہ بخشوانے کی خاطر، ملک غلام محمد اور میاں ممتاز محمد خان دولتانہ سے بھاری تنخواہیں لے کر تحریک ختم نبوت کو جماعت اسلامی کا وجود کچل دینے کی خاطر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت اور مارشل لاء کی ذمہ دار (اور وہ بد نام زمانہ منیر رپورٹ کے آئینے میں) کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ جبکہ خود مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی قرار داد پاکستان ۱۹۴۰ء کی مذمت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

"جب میں مسلم لیگ کے ریزولیشن کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔"
(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۷۳ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پھر حصول پاکستان کی جدوجہد کو ایک حماقت قرار دیتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں کہ

"اس نام نہاد مسلم حکومت (یعنی پاکستان) کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت صائع کرنے کی حماقت آخر ہم (جماعت اسلامی والے) کیوں کریں؟ جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہو گی۔ بلکہ کچھ زیادہ ہی سدراہ ہو گی۔

کتاب ایضاً صفحہ ۱۳۱ حاشیہ، سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پھر بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"افسوس کہ لیگ کے قائد اعظم سے لیکر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں۔ جو اسلامی ذہنیت رکھتا ہو۔ اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو۔ اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو۔" (واضح رہے کہ قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی نے لفظ قائد اعظم کو خارج کر دیا ہے۔)

(کتاب ایضاً ص ۳۴ تصنیف سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پاکستان کی جدوجہد مودودی صاحب کی نظروں میں ایک حماقت تھی۔ اور قائد اعظم اسلامی فکر و نظر سے بے بہرہ تھے۔ کا پراپیگنڈہ کرنے کے بعد اپریل ۱۹۴۷ء میں (یعنی قیام پاکستان سے صرف چار ماہ قبل جماعت اسلامی نے پٹنہ کے اجلاس میں خود گاندھی جی کو مدعو کیا تھا۔ جو انڈین نیشنل کانگرس کے حقیقی رہنما تھے۔ اور ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک جماعت اسلامی کے قدردان بھی۔ چنانچہ گاندھی جی نے جماعت اسلامی کے اس اجلاس میں شمولیت کی خاطر، اپنی پرارتھنا بھی ملتوی کر دی تھی۔ پھر کیا ہوا؟ اس کی روداد خود جماعت اسلامی کی تاریخ میں ان الفاظ کے تحت آج بھی مطبوعہ دستیاب ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

"گاندھی جی کے ہمراہ دو تین خواتین بھی تھیں۔ وہ کوئی پون گھنٹے تک اسٹیج کے قریب بیٹھے جلسے کی کارروائی سنتے رہے۔ اور جب مقرر اسٹیج سے اتر کر گاندھی جی کے پاس آیا۔ تو گاندھی جی نے ان لفظوں میں مقرر کو داد دی کہ

"میں نے آپ کی تقریر کو غور سے سنا ہے۔ اور مجھے اسے سن کر بہت مسرت ہوئی ہے"

(روداد جماعت اسلامی حصہ پنجم ص ۱۷۰ تا ۱۷۷)

گاندھی جی کی جماعت اسلامی کے اجلاس میں شرکت مسلمانوں میں جماعت اسلامی کے خلاف بیزاری کا ایک اشتعال انگیز سبب بن گئی۔ چنانچہ جماعت اسلامی کی اپنی رپورٹ کے مطابق

"بعض مقامات پر تو جماعت اسلامی اور اس کے کارکنوں کو علانیہ گالیاں دی جانے لگیں۔ ایک مجاہد اسلام نے اپنے اخلاق کا ایسا عجیب مظاہرہ کیا جسے دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ موجودہ قوم پرستی کی تحریک (یعنی تحریک مسلم لیگ) مسلمانوں کے اخلاق کا کس بری طرح دیوالیہ نکال دیا ہے۔۔۔۔

(بہ حوالہ کتاب علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز اور مودودی ص ۲۲۳ تالیف چودھری حبیب احمد مرحوم شائع کردہ ۹۶۸۔ ایف گلستان کالونی فیصل آباد)

اب میاں صاحب ہی فیصلہ دیں کہ گاندھی جی کے پجاری احرار تھے یا؟

آخر میں ہم میاں طفیل محمد صاحب کی اصل بحث پر چند گزارشات ضروری سمجھتے ہیں۔ جو انہوں نے مجلس احرار اسلام کے ان اکابر کے بارے میں شروع کر رکھی ہے۔ مثلاً یہ

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت منیر رپورٹ کے مطابق ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی فرمائش پر اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں ممتاز محمد خان دولتانہ نے سرکاری خزانہ کی مدد سے ان علماء کرام کے ذریعہ کرائی تھی جو تحریک پاکستان کے دوران انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھ تھے۔"

امر واقعہ یہ ہے کہ ہم نے منیر رپورٹ کو ہمیشہ بدنام زمانہ رپورٹ لکھا ہے۔ اور لکھتے رہیں گے۔ چونکہ میاں صاحب نے خود ہی تحریک ختم نبوت کی حقیقت کو جانچنے اور پرکھنے کیلئے اسی بدنام زمانہ منیر رپورٹ ہی کو معیار حسن و قبح تسلیم کر رکھا ہے۔ تو ہم بھی میاں صاحب کے معیار کے مطابق جماعت اسلامی کی اصل تصویر، منیر رپورٹ ہی کے آئینے میں بیان کریں گے۔ منیر رپورٹ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے ساتھ جماعت اسلامی کی

غداری کو ان الفاظ میں بیان کرتی ہے کہ راست اقدام شروع کر دینے کے ابتدائی اجلاس میں

"مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ان آٹھ ممبروں میں شامل تھے۔ جو کنونشن میں منتخب کئے گئے تھے۔ اور احرار کے طلب کردہ گواہ سید مظفر علی شمسی کا بیان ہے کہ "ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد مجھے حافظ کفایت حسین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا عبد الحامد بدایونی، اور خود مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھوائی تھی۔ "شمسی کا یہ بھی بیان ہے کہ "کنونشن میں اس امر کا اعلان کیا گیا تھا کہ مجلس عمل کے آٹھ نامزد ممبروں کا ایک اجلاس شام کے آٹھ بجے دفتر تحریک ختم نبوت میں منعقد ہو گا۔" گواہ نے یہ بھی کہا کہ "اسی دن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک دعوت طعام کے موقع پر کہا کہ وہ مجلس عمل کے اجلاس شام میں شریک نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ انہیں ایک ضروری کام ہے۔ اور یہ بھی بتایا کہ جماعت کی جانب سے مولانا سلطان احمد امیر جماعت اسلامی کراچی و سندھ اس مجلس کے اجلاس میں شریک ہوں گے۔ جب اسی دن شام کے آٹھ بجے دفتر تحریک ختم نبوت میں یہ اجلاس ہوا تو مولانا سلطان احمد، اس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جانب سے شریک ہوئے۔ اور انہوں نے کارروائی میں حصہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک الٹی میٹم تیار کرنے اور اسے خواجہ ناظم الدین کو بھیج دینے کا فیصلہ ہو گیا۔"

(منیر رپورٹ ص ۲۶۴ تا ۲۶۵)

اب مولانا مودودی کی طرف سے مقرر کردہ جماعت اسلامی پاکستان کے نمائندے مولانا سلطان احمد کا بیان ملاحظہ ہو۔

"مجھے (یعنی جسٹس منیر صاحب کو) قطعی طور پر یاد ہے کہ جب میں نے سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ "آیا انہیں مجلس کے اجلاس مورخہ ۲۶ فروری میں جماعت اسلامی کی نمائندگی کا پورا اختیار حاصل ہے؟" تو انہوں نے صاف صاف اثبات میں جواب دیا تھا۔

سوال۔ آپ سے مولانا مودودی نے کب کہا تھا کہ وہ جماعت کی جانب سے اپنا ایک نمائندہ پورے اختیار کے ساتھ بھیجیں گے؟

جواب۔ میں اس واقعہ کی تاریخ یا مہینہ نہیں بتا سکتا۔

اس شہادت کی تصدیق سید مظفر علی شمسی کے بیان سے اور (E.X.D.E ۳۲۶) یعنی مجلس عمل کی کارروائی کے ریکارڈ سے ہوتی ہے۔ جس پر خود مولانا سلطان احمد کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس تحریر میں ممبروں کے دستخط کارروائی کے ریکارڈ کے اوپر ثبت ہیں۔ لیکن مولانا ابوالحسنات کی شہادت اس نکتہ پر بالکل واضح اور قطعی ہے کہ اس تحریر میں اجلاس کی کارروائی اور اس کے فیصلوں کا اندراج بالکل صحیح ہے۔ اور ان سے مولانا سلطان احمد بالکل متفق تھے۔ لہذا ہمیں (یعنی عدالت کو) اس رائے کے قائم کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ ۲۷ فروری کی صبح سے گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان کی کوٹھیوں پر پکٹنگ کرنے کا فیصلہ مولانا سلطان احمد کو قبول تھا۔"

(منیر رپورٹ۔ بہ عنوان تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء ص ۲۶۵ تا ۲۶۶)

اجلاس کے فیصلے کے مطابق کارروائی عمل میں آئی۔ اور ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت

کے مرکزی رہنما حراست میں لے لئے گئے تو مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنے ایک پریس نوٹ میں اعلان کیا کہ

"حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جن میں سے کسی کی ذہنیت بھی ایک تھانیدار سے بہتر نہیں۔ یہ گرفتاریاں ایسے اشخاص کا فعل ہیں۔ جو عقل و خرد سے بالکل عاری ہیں۔ اور حکومت کے لئے سیدھا راستہ یہی تھا کہ یا تو مطالبات کو منظور کر لیتی۔ یا عوام کو اس بات کا قائل کرتی کہ ان کے مطالبات حق بہ جانب نہیں ہیں۔ یا مستعفی ہو جاتی۔ اور حکومت نے جو وسائل اختیار کئے ہیں ان سے مطالبات کو دبایا نہیں جاسکتا۔ اور حکومت نے پریس نوٹ میں یہ بالکل جھوٹ لکھا ہے کہ یہ مطالبات احرار کے وضع کردہ ہیں۔ جو پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہ مطالبات مسلمانوں کے متفقہ مطالبات ہیں۔ (منیر رپورٹ ص ۲۶۷)

ملاحظہ فرمائی آپ نے میاں طفیل محمد صاحب کی صداقت کہ ان کے ارشاد کے مطابق ۵۳ کی تحریک ختم ختم حکومت وقت کی طرف سے دیئے گئے سرمائے کے بل بوتے پر انڈین نیشنل کانگرس کی ہمنوا۔ اور دشمن پاکستان جماعت (بقول ان کے) مجلس احرار اسلام کی طرف سے چلائی گئی تھی تاکہ جماعت اسلامی کا تیا پانچہ کیا جاسکے۔ لیکن میاں صاحب کے پیرو مرشد اور انکی جماعت کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی حکومت وقت کو یہ کہہ کر جھوٹا قرار دے رہے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کے مطالبات کو پاکستان دشمن جماعت احرار کے مطالبات کا پراپیگنڈہ کیوں کیا جارہا ہے؟ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے مطالبات احرار کے نہیں بلکہ یہ امت مسلمہ کے متفقہ مطالبات ہیں۔ اپنی جماعت کے اجلاس میں گاندھی جی کو دعوت دینا (۵) لیکن مجلس احرار اسلام کو انڈین نیشنل کانگریس کی ہمنوا ہونے کے ڈھول پیٹنا۔ تحریک ختم نبوت ۵۳ء کے اجلاس میں شرکت فرما کر ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد کے مسودے پر اپنے دستخط ثبت کرنا اور یہ مکروہ پراپیگنڈہ بھی جاری رکھنا کہ یہ تحریک تو پاکستان دشمن علماء نے اپنے گناہ دھونے اور جماعت اسلامی کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے کیلئے عیاذاللہ چلائی تھی کیا میاں طفیل محمد صاحب نے اپنی موت کو بالکل فراموش کر دیا ہے؟ تحریک ختم نبوت جیسی ایمان افروز تحریک کو ایک نزاعی مسئلہ بنانے کی یہ گھناؤنی سازش کہ قدم قدم پہ تضاد بیانی؟

حیران ہوں کہ دل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں

جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کی ایک متفقہ قرارداد کا ذکر کرتے ہوئے عدالت اپنے ریمارکس دیتی ہے کہ

"اس قرارداد میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جمہور کے مطالبات حق بہ جانب ہیں۔ اگر ان مطالبات کو تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا تو عوام میں لازماً بے اطمینانی اور غیض و غضب پیدا ہوگا۔ اور ایسے معاملات میں تغافل کی پالیسی سے عوام غیر آئینی ذرائع کو کام میں لانے پر آمادہ ہو جایا کرتے ہیں۔ حکومت کا یہ رویہ غلط ہوگا کہ وہ مطالبات کو قوت

---

(۵) یہ شرف بھی جماعت اسلامی کو حاصل ہے۔ احرار کے کسی بھی اجلاس میں گاندھی جی کبھی مدعو یا شریک نہیں ہوئے۔ بلکہ احرار کا تو قیام اور مقاصد ہی اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ وہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ اپنے مستقل موقف کے حامل ہیں۔ (مدیر)

سے دبائے۔ اور جب قوت کے استعمال کی وجہ سے لوگ مشتعل ہو جائیں تو ان کے خلاف پولیس اور فوج استعمال کی جائے۔ یہ طرز عمل ملک کو لازماً خانہ جنگی کی طرف لے جائے گا۔"

(منیر رپورٹ بہ عنوان "رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ص ۲۶۸)

عدالت کی رپورٹ کے مطابق جماعت اسلامی پاکستان کے خلاف جو الزامات ثابت ہو چکے تھے وہ یہ تھے۔

۱۔ جماعت اسلامی پنجاب کی مجلس عمل کی ایک فریق تھی۔

۲۔ جماعت اسلامی اس مجلس عمل کی بھی ایک فریق تھی جو آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن نے قائم کی تھی۔ اور جس نے ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں ڈائریکٹ ایکشن کی قرار داد منظور کی تھی۔

۳۔ مولانا سلطان احمد نے جو کراچی میں ۲۶ فروری کو مجلس عمل کے اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو مجلس عمل کی سرگرمیوں سے منقطع نہیں کیا۔ گورنر جنرل اور وزیر اعظم پاکستان کی کوٹھیوں پر رضاکاروں کو بھیجنے کا پروگرام ان کی موجودگی میں طے کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اس کے خلاف کوئی احتجاج نہ کیا۔

۴۔ شروع سے آخر تک جماعت اسلامی کا ایک نہ ایک نمائندہ کراچی اور لاہور کی مجالس عمل کے اجلاسوں میں برابر شریک ہوتا رہا۔

۵۔ ڈائریکٹ ایکشن کی قرار داد منظور ہونے کی تاریخ سے لیکر فسادات کی پوری شدت تک جماعت اسلامی نے کوئی ایسا اعلان نہ کیا۔ کہ وہ ڈائریکٹ ایکشن میں شامل نہیں ہے۔ اور ان سرگرمیوں سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کرتی ہے۔ جو مجلس عمل کے طے کردہ پروگرام کے تعمیل میں جاری تھیں۔

۶۔ اس شہادت کے مطابق جس پر شبہ کرنے یا جس کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ۵ مارچ کو مولانا مودودی نے گورنمنٹ ہاؤس میں تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ حکومت اور عوام کے درمیان خانہ جنگی جاری ہے۔ اور جب تک حکومت قوت کے استعمال کو روک کر عوام کے نمائندوں سے مذاکرات شروع نہ کرے۔ امن و امان کی اپیل جاری کرنے کا کوئی موقع نہیں..... اور

۷۔ جماعت اسلامی نے اپنی قرار داد مورخہ ۵ مارچ میں اسی رائے کو دھرایا۔ جو اس دن مولانا مودودی نے گورنمنٹ ہاؤس میں ظاہر کی تھی۔

(منیر رپورٹ کا اقتباس ص ۲۶۹ تا ۲۷۰)

حیرت ہے میاں طفیل محمد صاحب کی اس دیدہ دلیری پر کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو ایک طرف تو وہ آل انڈیا نیشنل کانگرس کی ہمنوا جماعت مجلس احرار اسلام کی عیاذاً باللہ تحریک زراندوزی کی تبلیغ کرتے ہیں اور دوسری طرف تحریک ختم نبوت کے مجاہدین میں اپنے آپ کو (منیر رپورٹ کے مطابق) شامل مجاہدین میں شمار بھی ہوتے ہیں؟ جی ہاں! یہ وہی مجاہدین ہیں جن کا ہر قدم اس وقت کے حکمران خواجہ ناظم الدین کے اشارے پر اٹھتا

تھا۔ اگر خواجہ صاحب کی اجازت ہے تو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ فرض بن جاتا ورنہ قرآن و حدیث سب بالائے طاق......
چنانچہ ہفت روزہ "پیمان" کراچی کو انٹرویو دیتے ہوئے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ خواجہ ناظم الدین نے انہیں محتاط رہنے کی تلقین فرمائی تھی۔ مولانا کے اصل الفاظ ہیں۔

"مئی ۱۹۵۲ء کے آغاز میں ہم نے اسلامی دستور کے لئے تحریک شروع کی۔ مئی ۱۹۵۲ء کے آخر میں احرار نے قادیانی مسئلہ چھیڑ دیا۔ جس سے اس حد تک ہنگامہ ہوا کہ جولائی ۱۹۵۲ء میں ملتان میں فائرنگ ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر جماعت اسلامی نے جولائی میں عوام سے اپیل کی کہ اس وقت دستور سازی کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس لئے کوئی ایسا قضیہ ملک میں نہیں کھڑا ہونا چاہیئے جس کے سبب ملک دستور سے محروم ہو جائے...... دسمبر ۱۹۵۲ء تک قادیانی مسئلے پر ہنگامے سست پڑ گئے....... اسی زمانے میں خواجہ ناظم الدین نے مجھے مخفی ذریعے سے یہ پیغام بھجوایا کہ اس وقت سخت احتیاط سے کام لیجئے ساری بیورو کریسی تلملا رہی ہے۔ اور موقع کی تلاش میں ہے کہ دستوری بساط الٹ دی جائے۔ ۱۵۔۱۷ جنوری کو احرار اور جمیعتہ علماء پاکستان نے ایک کنونشن بلایا جس کا مقصد قادیانی مسئلے کے متعلق تحریک چلانا تھا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ میں نے کنونشن کی سبجیکٹ کمیٹی کو اس بات پر مطمئن کر دیا کہ اس وقت قادیانی مسئلے پر الگ کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں۔ خواجہ ناظم الدین کی رپورٹ آ گئی ہے۔ علماء نے اس میں اصلاحات تجویز کی ہیں (یعنی مجلس احرار اسلام اور جمیعتہ علماء پاکستان کے اندر سرے سے کوئی ایسا عالم دین موجود ہی نہیں تھا جو خواجہ صاحب کی رپورٹ کی اصلاح کر سکتا ہو للمولف) جن میں قادیانی مسئلے کا حل بھی شامل ہے۔ اب اس موقع پر تحریک چلانے سے دستور سازی کا کام خطرے میں پڑ جائے گا۔ اور اس سے ملک کو نقصان پہنچے گا۔

(ہفت روزہ پیمان کراچی مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۶)

یہ کس قدر دردناک سانحہ ہے کہ عقیدہ ختم نبوت کی عزت و آبرو منکرین ختم نبوت قادیانیوں کے ہاتھوں مجروح ہو رہی تھی۔ چودھری ظفر اللہ خان قادیانی وزارت خارجہ کے بل بوتے پر مسیلمہ پنجاب کی نبوت کاذبہ کو کراچی کے جلسہ عام میں نعوذ باللہ خود اللہ پاک کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا برسر عام ثابت کر رہا تھا۔ امریکہ بہادر ہمیں دھمکیاں دے رہا تھا کہ اس مرتد قادیانی کی وزارت خارجہ کو اگر نقصان پہنچایا گیا تو اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی گندم بند کر دی جائے گی۔ لیکن خواجہ ناظم الدین کی وزارت عظمیٰ کی لاج رکھنے کی خاطر مولانا مودودی علماء امت محمدیہ کو یہ درس دیتے رہے کہ قادیانی مسئلے کو نہ چھیڑا جائے۔ بلکہ خواجہ ناظم الدین اور چودھری ظفر اللہ خان کی کرسی کو تحفظ دیا جائے۔ ان مقتدر حضرات کی کرسیوں کو تحفظ دینے کی خاطر جماعت اسلامی کی مرکزی قیادت نے صرف درس ہی نہیں دیا کہ تحفظ ختم نبوت ضروری نہیں اور اس دور کی مصلحت تحفظ ظفر اللہ خاں قادیانی کا تقاضا کر رہی ہے۔ "مذکورہ بالا کرسیوں کو تحفظ دینے کی خاطر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی آخر وقت تک تقیہ کرتے رہے۔ راست اقدام کے فیصلے پر اپنے ثبت شدہ دستخطوں کا جس خوبصورتی سے انکار کرتے رہے۔ تقیے کے خوبصورت خول میں بند اس انکار کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خلیل احمد قادری انکشاف کرتے ہیں کہ

"پھر جسٹس منیر (لاہور ہائی کورٹ) انکوائری کمیشن نے تحریک ختم نبوت کی باقاعدہ سماعت شروع

کر دی۔ عدالت میں مودودی صاحب کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور خلاف توقع تھا۔ انہوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ انہیں ڈائریکٹ ایکشن اور تحریک (ختم نبوت) کے دیگر پہلوؤں سے کوئی اتفاق نہیں تھا۔ اس پر حافظ خادم، مولانا غلام محمد ترنم اور حضرت والد محترم (مولانا ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ) نے سخت جرح فرمائی۔ مودودی صاحب تو یہاں تک کہہ گئے کہ انہوں نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط ہی نہیں کئے۔ لیکن والد صاحب نے کہا "ہمارے پاس وہ دستاویز موجود ہے۔ جس میں ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر آپ نے دستخط کئے تھے۔" یہ بات سن کر مودودی صاحب نے کہا "میاں! میں نے چھوٹے سے دستخط کئے تھے۔" والد صاحب نے فرمایا "تو کیا ہمیں آپ کے دستخطوں کا بورڈ لکھوا کر لگانا چاہئے تھا۔ مودودی صاحب لاجواب ہو گئے۔ اور والد صاحب نے وہ دستاویز عدالت میں پیش کر دی جس پر ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ تحریر تھا۔ مودودی صاحب کے علاوہ کسی رہنما نے اس بات سے انکار نہیں کیا کہ اس نے ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے پر دستخط نہیں کئے تھے۔ بہر حال میں پہلے پہل تو مودودی صاحب کے اخلاق سے بہت متاثر ہوا۔ لیکن اب ان کی اس صریح غلط بیانی اور بزدلانہ روش سے مجھے بڑی مایوسی ہوئی" (ماہنامہ فیضان اشاعت ۴ شمارہ ستمبر اکتوبر ۱۹۷۸ صفحہ ۳۹ بہ حوالہ کتاب اقبال، قائد اعظم، پرویز اور مودودی۔ از چودھری حبیب احمد مرحوم ص ۶۵۸ تا ۶۵۹)

جماعت اسلامی کی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ میں دوغلی پالیسی کی وجوہات کیا تھیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ المعروف منیر رپورٹ کا فیصلہ ان الفاظ میں سنایا گیا۔

"ہمارے نزدیک جماعت (یعنی جماعت اسلامی) کے ذہن کی کیفیت صحیح صحیح یہ تھی کہ اگرچہ وہ اس پروگرام (یعنی تحریک ختم نبوت کے پروگرام کو جائز نہ سمجھتی تھی جو ڈائریکٹ ایکشن کی قرارداد کی تعمیل کے لئے طے ہوا تھا۔ لیکن وہ شروع سے آخر تک لوگوں کے سامنے اپنے حقیقی خیالات کا دلیرانہ اور دیانت دارانہ اعلان اس خوف کی وجہ سے نہ کر سکی کہ مبادا! وہ عوام میں غیر ہر دلعزیز ہو جائے لہذا وہ اپنی ذہنیت اور اپنے رویئے کے اعتبار سے کسی دوسری سیاسی شخصیت یا انجمن سے مختلف نہ تھی۔ اور دوسروں ہی کی مانند ہر ایسے اقدام سے خائف تھی جو اسے عوامی تنقید کا نشانہ بنا دے۔"

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت المعروف منیر رپورٹ ص ۲۷۱)

مجلس احرار اسلام اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بارے میں چونکہ میاں طفیل محمد صاحب نے بدنام زمانہ منیر رپورٹ ہی کو معیار حق قرار دے رکھا ہے۔ اسلئے ہم بھی خود انہی کے بتائے ہوئے معیار حق کے مطابق جماعت اسلامی کا حقیقی چہرہ عوام کے سامنے پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ ورنہ جماعت اسلامی خود قادیانیت کو کیا سمجھتی ہے؟ اگر میاں صاحب کے خاطر نازک کے آبگینوں کو ٹھیس نہ پہنچے تو اس کا دوٹوک جواب معروف بیورو کریٹ مسٹر الطاف گوہر کی زبان پر موجود ہے۔ موصوف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ کرنے پر مامور ہیں۔ لیکن وہ برملا اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کرتے ہیں کہ موصوف قادیانیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں عیاذاً باللہ چنانچہ ماھنامہ سیارہ ڈائجسٹ کے نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

"مجھے یہ سن اور دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے کہ کسی قادیانی کے بیٹے کو محض اس وجہ سے پیٹ ڈالا جائے

کہ اس نے دوسرے مسلمان کو "السلام علیکم" کہا۔ یا اس نے بلند آواز سے بسم اللہ کیوں پڑھی؟ یا اس نے اپنی عبادت گاہ پر کلمہ کیوں لکھا؟ اسلام وسیع النظری سکھاتا ہے۔ دوسروں کو صبر سے برداشت کرنے کا درس دیتا ہے۔ مگر ہمارے مولوی حضرات کا دامن اس نعمت سے خالی ہے۔ آخر اس کی ضرورت ایک آزاد معاشرے میں کیوں محسوس ہو کہ میں کسی سے سرٹیفکیٹ لوں کہ میں مسلمان ہوں؟

اسلام ظواہر کا نام ہے۔ اگر کسی شخص نے کہہ دیا کہ وہ مسلمان ہے تو آپ کو مسلمان تسلیم کر لینا چاہیئے۔ دیکھیں اگر آپ کسی سے کہہ دیں کہ وہ حرامی ہے۔ پھر کوئی شخص ثابت کر سکتا ہے کہ میں حلال زادہ ہوں۔ ہر گز نہیں۔ دیکھیے دنیا بھر میں جب کوئی شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ "میں عیسائی ہوں تو بات ختم ہو جاتی ہے..... جس وقت آپ کہہ دیں کہ میں ہندو ہوں تو بات ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن جس وقت میں کہوں "میں مسلمان ہوں" مگر دوسرے کہیں کہ "نہیں اندر سے ضرور قادیانی ہے۔

س۔ لیکن ہمارے مولویوں کا تو کہنا ہے بلکہ اصرار ہے کہ قادیانی پاکستان کے دوسرے شہریوں کی مانند برابر کے حقوق نہیں رکھتے۔ اور یہ لوگ تو مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ قادیانی جو ممتاز سرکاری عہدوں پر فائز ہیں ان کو نکال دینا چاہیئے۔ اور یہ بھی کہ یہ (قادیانی) اپنی عبادت گاہ پر کلمہ شریف بھی نہیں لکھ سکتے؟

ج۔ میں تو فقط یہ کہہ رہا ہوں کہ بے چارے کسی شہری کو ذلیل مت کریں۔ آپ اپنے ہی شہری کو ذلیل کیوں کرتے ہیں؟ .... کیا مجھے کوئی عرب ملک بتا سکتا ہے کہ اس نے کتنے پاکستانیوں کو شہریت دی ہے۔ چند سو بھی نہیں ہوں گے۔ تو پھر انسانیت نواز برادری کا درجہ یہ عیسائی ممالک دے رہے ہیں؟ یا مسلمان عرب ممالک؟ آپ خود ہی اندازہ لگا لیں۔ (اندازہ تو آپ نے خود ہی لگا کر بتا دیا ہے کہ بے چارے مرزا طاہر کو کسی عرب ملک نے پناہ نہیں دی۔ اگر دی تو عیسائی ملک انگلینڈ نے۔ اور رشدی لعین کے منہ پر کوئی مسلمان تھوکنے کو بھی تیار نہیں ہوتا سوائے عیسائی ملک امریکہ کے۔ للمولف سبطین لکھنوی)

(ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ شمارہ جنوری ۱۹۹۴ ص ۲۴)

کاش! میاں طفیل محمد صاحب مسٹر الطاف گوہر کو اس حقیقت سے آگاہ کر سکتے کہ جو شخص انہیں اور انکے باپ دادا کو ذریعہ البغایہ۔ کتیوں کے بچے۔ جنگلوں کے خنزیر کے خطابات سے نوازتا ہو۔ اس کا امت محمدیہ کا نباہ کیسے ہو سکتا ہے؟۔

بہر حال امت مسلمہ کو الطاف گوہر کی اس تاریکی میں غوطے دینے کا فائدہ تو میاں طفیل محمد صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ ایک منجھے ہوئے بیورو کریٹ کا یہ واویلا۔ "کہ قادیانی مسلمان ہیں۔ ایک حرامی کو حرامی مت کہو یا قادیانی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ کے منافقانہ سائن بورڈ آویزاں کرنے کی قدغن مت لگاؤ۔ اس لئے کہ "اسلام صرف ظواہر کا نام ہے" میاں صاحب کی نظروں میں ایک دلیل محبوبیت ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ بیورو کریٹ صاحب تفہیم القرآن کو انگریزی زبان کا جامہ پہنا کر اسے ماڈرن تفسیر قرآن بنا دینے پر مامور ہے۔ لیکن تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ کے ساتھ انہیں پرخاش ہے؟ تحریک ختم نبوت کے اکابر رحمھم اللہ علیہم اجمعین کو میاں صاحب کھلے بندوں۔ ملک غلام محمد اور میاں ممتاز دولتانہ کے وظیفہ خوار بتاتے ہیں؟ میاں صاحب! تحریک ختم نبوت ۵۳ جس پر مولانا مودودی

کے دستخط ثبت ہیں وہ پاکیزہ تحریک تو ان کی نظروں میں عیاذاً باللہ اگر حکومت وقت کے وظیفہ خوروں کی تحریک تھی تو پھر جماعت اسلامی اس وظیفے میں کتنے فیصد کی حصہ دار تھی؟ تحریک ختم نبوت ۵۳ کے تقدس پر تو آپ چراغ پا ہیں اور نہ جانے اس کے اکابر پر کتنے تبرّے تولتے ہیں۔ لیکن الطاف گوہر کی قادیانیت نوازی اور ان مرتدوں کو کھلم کھلا مسلمان بنادینے کے اس بیورو کریٹ کے فتویٰ پر آپ کے لبوں پر الفی کیوں لگ گئی ہے؟

مجلس احرار اسلام کے بارے میں تو منیر رپورٹ کو ایک آسمانی اور الہامی کتاب کا درجہ عطا فرماتے ہیں۔ لیکن خود اپنی جماعت کے حقیقی خط و خال پر مشتمل منیر رپورٹ کی عبارتوں پر خط تنسیخ کیوں پھیر دیتے ہیں؟ اب میاں طفیل محمد صاحب کا ایک ہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آپ کی نادر تحقیق کے مطابق تحریک ختم نبوت میاں ممتاز محمد خان صاحب دولتانہ کے اشاروں پر شروع ہوئی تھی۔ اس کذب بیانی کا جواب بھی منیر رپورٹ ہی میں موجود ہے۔ میاں صاحب کے اس الزام کے تقدس کے بھرم کا تارو پود تحقیقاتی عدالت نے ان الفاظ میں بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

"ہمارے سامنے جو تحریری بیانات پیش ہوئے جو زبانی شہادتیں دی گئیں۔ اور جو بحث کی گئی ان میں مسٹر دولتانہ کے خلاف یہ بیان کیا گیا کہ انہوں نے اعلیٰ سیاسیات کا کھیل کھیلنے کے لئے اس شورش کو خود جاری کیا اور چلایا۔ اور مسٹر فضل الحق نے تو ایک وقت پر یہ اشارہ بھی کیا تھا کہ مسٹر دولتانہ کی اس سیاست بازی کا مقصد صرف داخلی نہ تھا بلکہ بین الاقوامی سیاسیات سے متعلق بھی تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ خواجہ ناظم الدین کو اقتدار کی کرسی سے اتار پھینکیں۔ خود اپنی قیادت میں ایک مرکزی حکومت قائم کریں۔ اور پاکستان کو ایک کمیونسٹ ملک بنا دیں۔ ہم نے معاملے کے اس حصے کے متعلق شہادت کا نہایت احتیاط سے جائزہ لیا ہے۔ لیکن ہمارا یہ خیال نہیں کہ مسٹر دولتانہ اس شورش کے ابتدائی مرحلوں میں، اس کے آغاز، اور اس کی ہمت افزائی سے کوئی خاص مقصد پورا کرنا چاہتے تھے۔ پنجاب میں ان کو سہولت اور آرام کی پوزیشن حاصل تھی۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ پاکستان کی وزارت عظمیٰ جو کانٹوں کی سیج ہے۔ ان کے لئے کوئی دلکشی رکھتی تھی۔ ہمارے نزدیک وہ اتنے حریص جاہ بھی نہ تھے کہ بین الاقوامی سیاسیات کا کھیل "ختم نبوت" کے مسئلے پر کھیل سکتے۔ یہ امکانات ہمیں کچھ بعید سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان امور سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ثبوت مہیا نہیں کیا جاسکتا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر دولتانہ نے آغاز کار ہی میں یہ سمجھ لیا تھا کہ طوفان پرورش پارہا ہے۔ اور اس کی شدت و وسعت روز بروز لازماً بڑھتی چلی جائے گی۔ وہ بھی خواجہ ناظم الدین ہی کی طرح علماء سے براہ راست تصادم سے بچنا چاہتے تھے۔ لیکن خواجہ صاحب تو انسانی دانش پر بھروسہ کرتے رہے کہ وہ آنے والے طوفان کو نابود کرنے کا کوئی نہ کوئی وسیلہ دریافت کرلے گی۔ اور مسٹر دولتانہ کی مقبولیت نے یہ اندازہ کرلیا تھا کہ ایسے معاملات میں دانش بھروسے کی چیز نہیں......"

(تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ ص ۳۰۴ تا ص ۳۰۵)

اب فرمائیے میاں صاحب! کہ آپ کی کذب بیانی پر کون بھروسہ کرے؟ سچ فرمایا تھا مولانا سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمتہ نے آپ کے پیر و مرشد کے بارے میں کہ

"مودودی صاحب کی نگاہ بصیرت کا کمال یہ ہے کہ جدھر اٹھتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسے کمزوریاں

ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آئی۔ مسلمانوں کو دیکھا تو سب نسلی ہی دکھائی دیئے اصلی ایک بھی نظر نہ آیا۔ صوفیاء و مشائخ کو ملاحظہ فرمایا تو سب جاہلیت کے مصلے پر سر بہ سجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی اس قابل نہ نکلا کہ اس کے علوم و منہاج کی اختیار کی جائے۔ مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا۔ سب ناقص و نامکمل ہی ثابت ہوئے۔ صحابہ کرامؓ پر نظر ڈالی تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفاء راشدینؓ پر نگاہ ڈالی تو وہ بھی نااہل اور فرمان رسول ﷺ کے مخالف نظر آئے۔

کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کو دیکھا تو انہیں بھی بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب پایا۔ ایک اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات باقی ہے۔ جس تک ان کی نگاہ عیب جوء کی رسائی محال نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ وہ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ اور اگر بفرض محال دیکھ پائیں تو غالباً بے تحاشا بول اٹھیں کہ خدایا تیرا نظام حکومت درست نہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے لے کر عوام تک ساری خدائی کی حالت بگڑی ہوئی ہے اور تو عرش پر بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ مختصر یہ کہ جس آئینہ پر ان کی نظر جمی ہوئی ہے اس میں انہیں بے داغ و بے عیب نظر نہیں آتا۔ اب ہم وہی آئینہ ان کے آگے رکھ کر ان سے درخواست کرتے ہیں کہ اسی آئینہ میں ذرا اپنی صورت بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ آپ کے اسلامی نظام اور حکومت الٰہیہ کے نعروں، صالحیت اور اجتہادی بصیرت کے غلغلوں اور معرفت نفس و تزکیہ باطن کے دعاوی کی اصل صورت آپ کو نظر آجائے گی۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(کتاب آئینہ مودودیت از مولانا سید احمد سعید کاظمی مرحوم ص۵)

ہم میاں طفیل محمد صاحب سے بھی گزارش کریں گے کہ وہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو جنرل اعظم خان اور مودودیت کے آئینے میں نہ دیکھیں بلکہ حقائق کی نگاہ سے دیکھیں۔

تحریک ختم نبوت کے اکابر قرون اولیٰ کی یادگار تھے۔ وہ ساری زندگی کرائے کے مکان میں بسر کرتے رہے اور جنازہ بھی اسی مکان سے اٹھا۔ انہوں نے کوئی "منصورہ" نہیں بنایا۔ اور ان کی جماعت کا کوئی کارکن اپنی جماعت سے تنخواہیں وصول کرکے "ختم نبوت زندہ باد" کے نعرے نہیں لگاتا۔

آپ کے عطیات

محاسبہ مرزائیت و رافضیت کی جدوجہد کو تیز کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ، صدقات اور عطیات اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کو دیجئے۔ بذریعہ منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بنک ڈرافٹ یا چیک۔ اکاؤنٹ نمبر ۲۹۹۳۲ حبیب بنک حسین آگاہی۔ ملتان۔